رسائل و مسائل

گناہ پر ندامت و اضطراب

گذشتہ امتحانات میں، ایک دباؤ کے تحت میں نے دوسری طالبہ کی جگہ پرچے دیے۔ اس گناہ کے ارتکاب کے بعد سے ندامت اور اضطراب ہے۔ بے حد پریشان ہوں، نمازیں بھی قضا ہونے لگی ہیں، رہنمائی کیجیے۔

تمھیں خود اس بات کا احساس ہے کہ تم نے جانتے بوجھتے، ایک بڑا گناہ کیا اور تمھیں اس پر ندامت اور اضطراب بھی ہے۔ یہ احساس اور اضطراب بڑی قیمتی دولت ہے اور تمھارے اوپر اللہ کا احسان ہے۔

بڑا گناہ بھی اگر بھول چوک اور جذبات میں بہہ کر ہو جائے تو اس کا وزن کم ہو جاتا ہے، چھوٹا گناہ اگر جانتے بوجھتے کیا جائے اس کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ گناہ بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کر سکتا ہے، اور کرتا ہے۔ جو چیز اس گناہ کے وبال سے بچنے کا راستہ بند کر دیتی ہے، وہ اس کی رحمت و مغفرت سے مایوسی، اور توبہ واستغفار سے محرومی ہے۔ بدقسمتی سے تم اسی مایوسی کا شکار ہو گئی ہو۔

شیطان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ پہلے بہلا پھسلا کے، اور بُرے کام کی اچھی تاویل کر کے، اس کو کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جب تم شیطان کے اس فریب میں آگئیں، کیوں کہ گناہ انسان سے ہوتا ہی ہے۔ لیکن اس کے بعد اللہ کی طرف پلٹنے اور توبہ استغفار کا راستہ کھلا ہوتا ہے۔ یہ راستہ بند کرنے کے لیے، اس مرحلے پر، شیطان مایوس ہو جانے کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے۔ ابلیس کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ جو بالکل مایوس ہو۔ خواہ جانتے بوجھتے گناہ کرو، بہت بڑا گناہ کرو، گناہ کے انجام سے بچنے کا کوئی راستہ اس کے علاوہ نہیں کہ تم اللہ کی طرف پلٹو۔ تم جانتی ہو کہ اس کے علاوہ کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اور اس نے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر تم نے شیطان کا یہ وسوسہ قبول کر لیا۔ اسی لیے تمھارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ کیا میرا یہ فعل اللہ کے ہاں قابل معافی ہے؟ حالانکہ تم جانتی ہو کہ اللہ نے فرمایا ہے، کہ جو "اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور اللہ سے معافی مانگے گا، اس کی

طرف پلٹے گا' وہ اسے بخشنے والا اور مہربان پائے گا' (النسا)۔متقین کوئی فحش کام کر بیٹھیں یا اپنی جان پر ظلم' اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور وہ معاف کرتا ہے' (آل عمران)۔اس کے بعد مغفرت کے بارے میں کسی شبہہ یا سوال کی کیا گنجایش ہے۔ تمھارا گناہ اللہ کی مغفرت کو عاجز نہیں کر سکتا۔۹۹ قتل کر کے بھی آدمی مغفرت پا سکتا ہے' زنا کر کے بھی' ساری عمر شرک اور گناہ میں بسر کر کے بھی۔صحیح طریقے سے استغفار اور توبہ شرط ہے۔

مایوسی کے بعد' شیطان یہ فریب دیتا ہے کہ جب میرا گناہ معاف نہیں ہو گا تو اب میں کسی لائق نہیں رہی۔اب کس منہ سے اس کے سامنے جاؤں' میری نیکیاں کس طرح قبول ہوں گی؟ اس لیے تمھاری یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ نمازیں قضا ہونے لگیں' نیکی کے کام چھوٹ گئے حالاں کہ اگر اپنے گناہ کے نقصان کا صحیح اندازہ ہو' اور دل میں صحیح ندامت ہو' اور یقین ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں' تو اور زیادہ سوز و درد کے ساتھ اللہ کی طرف پلٹنا چاہیے۔نمازوں میں اضافہ ہونا چاہیے اور نیک اعمال میں بھی۔قرآن نے بھی کہا ہے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ برائی کرنے کے بعد نیکی کرو تاکہ برائی مٹ جائے۔

ان باتوں پر تم غور کرو گی تو راہِ عمل واضح اور صاف ہے۔اللہ کی طرف پلٹو' اپنے گناہ پر نادم ہو اور اس کے سامنے گڑگڑاؤ۔ساتھ ہی نیکیوں میں کفارے کے طور پر اضافہ کرو۔ (خرم مراد)

وسوسوں کا علاج

۱۔ایک وقت تھا جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے نہ تھی۔پھر آخر کیا یک اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت یا حاجت درپیش ہوئی کہ اس نے سیارے' ستارے' چرند' پرند' ملائکہ اور جن و انس وغیرہ کو پیدا کیا؟ اس کام سے آخر کیا فائدہ ہوا؟

۲۔یہ کیوں کر معلوم ہو کہ فلاں شخص پر دین کی حجت تمام ہوئی ہے یا نہیں؟

۱۔ آپ کا ذہن جس قسم کے سوالات میں الجھا ہوا ہے ان کی حیثیت وسوسوں کی ہے۔ان کا علاج اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ آپ ایک دفعہ ہمت کر کے شیطان سے یہ کہہ دیں کہ مجھے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی جواب کی۔میں ہر چیز کو اسی طرح صحیح سمجھتا ہوں جس طرح محمد رسول اللہؐ نے بتایا ہے۔

اللہ کے بارے میں آپ ایک بنیادی بات ذہن میں رکھیں۔وہ ''احد'' ہے' یعنی اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔صرف وہ خالق ہے اور باقی سب مخلوق۔ہمارے سارے سوالات مخلوقات کے ساتھ

تجربوں کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں' جن کا اس کے اوپر اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ خالق نے کوئی کام کیوں کیا' یعنی اس کی اپنی کیا غرض ہے اور اسے کیا ملنے والا ہے' یہ سوال مخلوق کے دائرے اور سمجھ سے باہر ہے۔

۲۔ یہ معلوم ہونے کی نہ کوئی ضرورت ہے' اور نہ اس کا کوئی طریقہ' کہ کسی شخص پر دین کو پہنچانے کی حجت تمام ہوئی یا نہیں۔ حجت کے تمام ہونے اور اس کے نتائج کا تعلق صرف اللہ کے رسولوں کے ساتھ ہے۔ رسول کا یہ مقام ہوتا ہے کہ وہ اتمام حجت کر دے' اس کی رہنمائی اور نگرانی کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے' اور اتمام حجت کے بعد قوم عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ (خرم مراد)

غلط کیفیات کا مقابلہ

آپ کو اندازہ ہوگا نوجوان لڑکوں کے ساتھ اس رنگین دنیا میں کیا کیا مسائل پیش آتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ دل اچاٹ سا رہتا ہے۔ کاموں میں بھی دل نہیں لگتا۔ مطالعہ میں بھی بالکل دل نہیں لگ رہا ہے۔ کیا کروں؟

تم عمر کے جس دور سے گزر رہے ہو اس میں اس قسم کے مسائل پیش آنے سے کوئی مفر نہیں ہے۔ صحیح طریقہ سے مقابلہ کرنے سے اس کا امکان ہے کہ تم اپنی کیفیات پر قابو پا سکو۔

دل میں غلط خیالات و جذبات کو پیدا ہونے سے روکنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اس لیے پہلے تمھیں یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جو غلط کیفیات کو پیدا کرنے کا باعث ہیں اور جن کو چھوڑنا تمھارے اختیار میں ہے۔

مثلاً اگر غلط صحبت ہے تو اس کو ترک کرنے کا فیصلہ کر لو۔ اگر وجہ تنہائی ہے تو زیادہ وقت اچھے لوگوں کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کرو۔ اپنے ذہن اور دل و دماغ کو اچھے خیالات میں مشغول رکھو۔ خصوصاً اللہ کی یاد اور اس کی محبت میں۔ صبح یا رات کو کوئی ایسا وقت نکالو جب یکسوئی کے ساتھ اپنے دن بھر کا جائزہ لو اور غلط چیزوں سے بچنے کا عزم کرو۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ مایوس ہو کر نیک کاموں کو کم کرنے کے بجائے ان میں اضافہ کی کوشش کرو۔ دل تو اچاٹ رہ سکتا ہے اس لیے کہ وہ آدمی کے قابو میں نہیں ہے۔ لیکن نگاہ اور ہاتھ پاؤں قابو میں ہیں۔ دل لگے نہ لگے' نماز باجماعت' دعوت کا کام' گھر والوں اور انسانوں کی خدمت' ان کاموں کو کرتے رہو۔ جن غلط چیزوں کو ترک کرنے کا فیصلہ کرو' اگر وہ فیصلے کے باوجود سرزد ہو جائیں تو اپنے اوپر نفل نماز یا روزے یا صدقے کا جرمانہ عائد کرو۔ توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اس لیے اس سے برابر دعا کرتے رہو۔ ان تدابیر سے تمھیں اپنی کیفیات پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

(خرم مراد)

نماز کی رپورٹ

ہمارے کچھ دوست نئے نئے تحریک اسلامی سے منسلک ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے ہیں، لیکن نماز کی ماہانہ رپورٹ دینے سے گریزاں ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اگر عمداً نماز قضا کی جائے تو بہت بڑا گناہ ہے، لیکن اس گناہ پر دوسرے لوگوں کو گواہ بنانا اور اس گناہ کی تشہیر کرنا گناہ میں مزید اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ یہ طریقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اگر ثابت ہے تو اس کا حوالہ دیا جائے، اگر نہیں تو اسے بدعت تصور کرتے ہوئے ترک کر دیا جائے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا جائے۔

جو اعمال پبلک کے سامنے ادا کرنا ضروری ہوں، ان کے بارے میں رپورٹ لینے اور دینے میں مجھے کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ حضرت عمرؓ فجر کی جماعت کے لیے خود لوگوں کو اٹھاتے ہوئے مسجد جایا کرتے تھے۔ جو لوگ مسجد کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ گچھ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض دفعہ میں سوچتا ہوں کہ کسی اور کو امام بناؤں اور جا کر ان کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے، لیکن عورتوں اور بچوں کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا۔ جو اعمال پبلک کے سامنے کرنا ضروری نہیں ہیں مثلاً نوافل، رات کی نماز یا زکوٰۃ کے سوا دوسرے صدقات، ان کے بارے میں عمومی سوال و تذکیر میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن باقاعدہ رپورٹ لینا اور نہ کرنے کا اعتراف کرانا میری نظر میں مناسب نہیں ہے۔ رہے وہ گناہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے، ان کا اعتراف کرنے یا کرانے سے احادیث میں منع کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں اس چیز کی بھی مذمت کی گئی کہ جس کا پردہ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہو اور وہ خود اس کو چاک کر دے۔ کئی احادیث میں مسلمان کے عیوب کی ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔

یہ اصول بھی سامنے رہنا چاہیے کہ ہر وہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہوا ہو اس کا کرنا لازماً ایسی بدعت نہیں جو ممنوع ہو۔ اگر ایسا ہو پھر تو جماعت سازی، دستور اور قواعد و ضوابط کا بنانا، رکنیت کے لیے فارم بھروانا اور اس قسم کی تمام ترچیزیں بدعت قرار پائیں گی۔ یہ چیزیں اپنی موجودہ شکل صورت میں نبی کریمؐ کی سنت سے ثابت نہیں، لیکن انھی مقاصد کی تکمیل کے لیے ذریعہ ہیں جو حضورؐ سے ثابت ہیں۔ (خرم مراد)

قادیانیوں سے تعلقات

ہمارے نواحی دیہات میں قادیانیوں کی کافی تعداد آباد ہے جس کے ساتھ ہم لوگوں کے تعلقات برسوں پرانے ہیں۔ ہم لوگ ان کے ساتھ کھانا بھی کھا لیتے ہیں، ان کے شادی بیاہ میں بھی شامل ہوتے ہیں جبکہ

عام علماکرام قادیانیوں سے معانقہ کرنے' بات کرنے اور لین دین کرنے تک سے منع کرتے ہیں۔
ان حالات میں تحریک اسلامی کے کارکن کا رویہ کیا ہونا چاہیے جب کہ اس پر پوری انسانیت کی ہدایت کی ذمہ داری ہے 'اور یہ ذمہ داری بغیر تعلقات کے پوری نہیں کی جاسکتی۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر فرمایئے۔

غیر مسلموں سے تعلقات کے بارے میں' میرے نزدیک رہنما سورہ الممتحنہ کی یہ آیت ہے:
"اللہ تعالیٰ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم (کفار اور مشرکین میں سے) ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے تمھارے ساتھ جنگ نہیں کی اور تمھیں گھروں سے نہیں نکالا"۔ کہا جاسکتا ہے کہ مرتد اور کافر میں فرق ہے۔ لیکن کسی کو مرتد قرار دے کر اس پر شرعی احکام نافذ کرنا عدالتوں کا کام ہے نہ کہ افراد کا۔ یہ سوال بھی غور طلب ہے کہ جو خود مرتد نہیں ہوئے بلکہ کسی مرتد کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں' اور اس لحاظ سے نسلی کافر ہیں 'کیا ان پر بھی مرتد کے احکام کا اطلاق ہو گا؟

میرا خیال ہے کہ آپ ایک ایسے اچھے انسان اور اچھے مسلمان کی رَوِش اختیار کریں جو راہِ ہدایت کی طرف دعوت کی اپنی ذمہ داری ادا کرنا چاہتا ہے۔ بالکل سوشل بائیکاٹ اور بے روک ٹوک معاشرتی تعلقات کے درمیان حسنِ سلوک کے ساتھ ضروری روابط رکھنے کی راہ نکالی جاسکتی ہے۔
(خرم مراد)

سود کی مجبوری

کوئی فرد جماعت اسلامی کا رکن نہیں بن سکتا جس کا کاروبار معصیت فاحشہ کے ضمن میں آتا ہو۔ ہمارے چند احباب ایسے ہیں جو اپنے جائز کاروبار (مثلاً گارمنٹ اور دواؤں کے کاروبار) کے سلسلے میں بنکوں سے لین دین کرتے ہیں اور یہ کرنے پر مجبور ہیں۔ براہِ کرم ان کے بارے میں بتایئے کہ وہ مذکورہ دفعہ کے تحت تو نہیں آتے؟ کیا وہ رکن بن سکتے ہیں۔ ایک اور صاحب ملازمت کے سلسلے میں واپڈا والوں سے لین دین پر مجبور ہیں' ورنہ واپڈا والے بجلی کاٹ سکتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی بتایئے۔

بنک کے ساتھ سودی لین دین جائز نہیں ہے اور سودی لین دین کرنے والا معصیت فاحشہ میں مبتلا ہونے کی بنا پر جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ البتہ غیر سودی کاروبار بنک کی وساطت سے کیا جائے تو موجودہ حالات میں درگزر کے قابل ہے۔ دکان اور دواؤں کے کاروبار کے سلسلہ میں بنک کے ذریعہ رقوم کا لین دین جائز ہے۔ یعنی خریدار بایع کو بنک کے ذریعہ رقم بھیج سکتا ہے۔ اسی طرح بایع بنک کے ذریعہ ادویہ ارسال کر سکتا ہے۔

جہاں تک کسی کے مجبور ہونے کا تعلق ہے تو اضطراری واقعات کی ٹوہ میں نہیں پڑنا چاہیے نہ ہی اضطرار میں مبتلا شخص کو اپنے گناہ کا افشا کرنا چاہیے۔اگر کوئی شخص اضطرار کے دعویٰ کے ساتھ کسی محکمہ کو رشوت دیتا ہے تو اسے تنبیہ کرنا چاہیے اور اس پر واضح کر دینا چاہیے کہ جماعت کے ارکان فقہا کی طرف سے دی گئی رخصتوں سے فائدے نہیں اٹھاتے بلکہ عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔آپ ہرگز کسی رکن کو اس کی اجازت نہ دیں کہ وہ رشوتیں دے کر اپنے کام نکالے۔لیکن اگر کسی سے جرم ہو گیا ہو اور آپ کے سامنے کیس آ گیا ہو' تو ایسی صورت میں فیصلہ فقہا کے فتویٰ کی روشنی میں کیا جائے گا۔ ایسے شخص کو توبہ و استغفار کی تلقین کے ساتھ کچھ روزے رکھوا دیے جائیں اور صدقہ دینے کی ہدایت کر دی جائے' لیکن اس کی رکنیت باقی رکھی جائے۔ (عبدالمالک)

فروعی اور اختلافی مسائل میں راہ صواب

عورتوں سے متعلق ۲۰۰ سے زائد روز مرہ کے معاشرتی مسائل--- مثلاً' دیور اور بہنوئی کے ساتھ سفر' کالج کے ملازمین سے پردہ' رخصتی سے قبل شوہر سے خط و کتابت' بیوٹی کورس' تنہا سفر' مشترک خاندان میں الگ گھر کا مطالبہ وغیرہ--- پر مشتمل ایک سوالنامہ مولانا عبدالحق' امیر جماعت اسلامی بلوچستان' کو بھیجا گیا۔انھوں نے اپنے "ہاں یا نہیں" کے مختصر جوابات کے ساتھ تمہیداً چند اہم اصول بھی بیان کیے ہیں' جنھیں مدنظر رکھنا تفرقہ' غلو اور انتہا پسندی سے بچنے میں مدد دے سکتا ہے (مدیر)۔

ان سوالات کے جواب میں کچھ عرض کرنے سے پیشتر چند امور کی طرف توجہ دلانا مناسب رہے گا۔

۱۔ اگر اس قسم کے سوالات پوچھنے سے مقصود ان مجوزہ مسائل کے علمی دلائل کی جستجو اور تحقیق ہے' تو فتاویٰ کی ایک نئی کتاب تصنیف کرانے کے بجائے پہلے سے موجود فقہ و فتاویٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔یہ تمام زبانوں میں دستیاب ہیں۔اور اگر ذاتی عمل کی حد تک رہنمائی لینا مقصود ہے' تو اپنے مسلک کے کسی معتمد عالم دین کا جواب آپ کے لیے بہتر اطمینان کا سبب بن سکتا ہے۔ظاہر ہے کہ اتنے کثیر سوالات کا جواب صرف "ہاں" یا "نہیں" میں دیا جا سکتا ہے' جو ہر اہلِ علم اپنے مسلک اور علم و دانست کی روشنی میں دے گا۔

۲۔ جماعت اسلامی کسی ایک فقہی مسلک اور کلامی مکتبہ فکر تک محدود نہیں' ایک عمومی اسلامی تحریک ہے۔کسی بھی ایسی ہمہ گیر تحریک میں مختلف مکاتبِ فکر اور فقہی مسالک سے وابستہ افراد' اپنے اپنے مکاتب فکر اور فقہی مسالک پر قائم رہتے ہوئے' کتاب و سنت کے مسلمات کی روشنی میں طے شدہ امور اور امتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل پر اتفاق کر کے' شامل ہو سکتے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کے لیے کبھی کوئی فقہی مسلک متعین نہیں فرمایا۔لوگ ان سے مختلف مسائل دریافت

کرتے ' اور مولانا حسبِ ضرورت تمام تر معروف مذاہب بیان فرما دیتے ' اور آخر میں اپنی ترجیح کا اظہار بھی ہوتا۔ لیکن اپنی تحقیق کے نتیجے میں ترجیح یافتہ رائے کو جماعت اسلامی کا مسلک قرار نہ دیتے۔ اور یہی طریقہ ائمہ سلف کا رہا ہے۔ امام مالکؒ سے جب ان کی موطا کو سرکاری دستور العمل بنانے کے لیے پوچھا گیا' تو انھوں نے سختی سے ممانعت کر دی۔ حالانکہ موطا امام مالک کی فقہی آرا کا مجموعہ نہیں 'بلکہ صحیح ترین احادیث و آثار کا ذخیرہ ہے 'جس کو بعض ائمۂ حدیث کے نزدیک صحیح بخاری پر ترجیح حاصل ہے۔

اسی طریقہ کار اور وسعتِ فکر و نظر کی آزادی نے جماعت اسلامی میں یہ وسعت پیدا کر دی کہ مختلف مکاتبِ فکر اور فقہی مسالک سے وابستہ حضرات اس میں شامل ہونے لگے ' زندانیانِ مکاتب و مسالک کی ایک معقول تعداد تنگ فکری دائروں سے نکل کر اسلام کی وسیع شاہراہ پر گامزن ہونے لگی ' دین و سیاست کے مابین دیواروں کی نظریاتی حیثیت کم ہونے لگی۔ فکر و نظر کی یہی کشادگی اس تحریک کی نمایاں خصوصیات میں سرِفہرست ہے۔ ورنہ امت میں تمام دینی جماعتیں جدا جدا مکاتبِ فکر اور فقہی مسالک کی اسیر ہیں۔

۳۔ جب اسلام تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط ہمہ گیر نظامِ حیات کی حیثیت سے کرۂ ارض میں پھیل گیا' تو کئی وجوہات کی بنا پر اس کے اندر عملی وسعت پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ اس میں مفسرین ' محدثین ' فقہا ' متکلمین ' صوفیا ' فلاسفر ' سائنس دان وغیرہ مختلف قسم کے طبقات پیدا ہو گئے ' اور یہ خاصیت ہر زندہ اور نافذ العمل نظریے میں پیدا ہوتی ہے۔ ان طبقات میں سے ہر طبقے کے ارکان ' باقی دیگر طبقات سے نمایاں اختلافات رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہی طبقے کے بہت سارے دیگر ارکان سے بھی واضح اختلاف رائے رکھتے تھے۔ یہ نظریات کا تنوع اور اختلاف آرا درحقیقت مجالِ تحقیق میں آزادی کا لازمی نتیجہ تھا' جو ہر ترقی پذیر معاشرے کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے۔ ان سب کی کوششوں سے تیار شدہ علمی ذخیرہ امتِ مسلمہ کے لیے آج سب سے بڑا سرمایۂ افتخار ہے۔

۴۔ انسانی دنیا میں شدید اختلافات عموماً سیاست کے راستے سے آئے ہیں۔ شاید اس لیے کہ اختلافات اجتماعی زندگی کے دائرے میں پیدا ہو سکتے ہیں ' اور سیاست کا دائرہ کار اسی اجتماعی زندگی پر محیط ہے۔ البتہ کسی دینی معاشرے میں دین سے جدا شدہ چنگیزی سیاست بھی اپنے دفاع کے لیے دینی حصار میں پناہ لینے پر مجبور ہوتی ہے ' اور یہیں سے ہتھیار حاصل کر کے اپنی جنگ جاری رکھ سکتی ہے۔ تاہم کاروبار سیاست بذات خود تغیر پذیر اقدار پر قائم اور احوال و ظروف کا تابع ہے۔ اس لیے حالات بدلنے کے ساتھ سیاسی رویوں میں تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے۔ وقتی طور پر ایک دوسرے کے خلاف استعمال شدہ اشتعال انگیز دلائل ' علمی ذخیرے کا حصہ بن کر تاریخ کے ریکارڈ میں ٹھوس شکل میں محفوظ رہتے ہیں ' جو

رفتہ رفتہ اعتقادات کے بارود خانے میں آتش گیر مواد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اہلِ سیاست اس مواد کے خواص اور اس کے استعمال سے واقف ہوتے ہیں' کیونکہ یہ مواد انھی کے کارخانوں کی مصنوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔ آج کی دنیا اور خصوصاً پاکستان میں' دین کے نام پر کام کرنے والی جماعتوں میں تقسیم در تقسیم کا عمل اور ان کے مابین موجود تعصب میں شدت میدان سیاست پر قابض بااختیار سیکولر عناصر کے اسی پرانے حیلہ پرویزی کا تباہ کن نتیجہ ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی الکلام اور علم الکلام میں اس پر عمدہ بحث کی گئی ہے۔

۵۔ اس وقت پوری دنیا میں امت مسلمہ ایک انتہائی انتشار' فرقہ بندی' تحزب و تشتت کی کیفیت سے دوچار ہے۔ امت کو اس مشکل سے نکالنے کے لیے کسی ایسی عالمگیر تحریک کی انتہائی ضرورت ہے جس کے اندر عالمِ اسلام میں موجود تمام مسالک و مذاہب اور فرقوں اور مکاتب کو ساتھ ملا کر چلانے کی صلاحیت موجود ہو۔ یہی نصب العین اور ہدف جماعت اسلامی کے پیش نظر ہے۔ اور خدا کے فضل سے جماعت پُرامید بھی ہے کہ اس جماعت کے اندر امم اسلامیہ کو دوبارہ ایک امتِ مسلمہ میں تبدیل کرنے کی بہتر صلاحیت موجود ہے۔

۶۔ استفتا میں پوچھے گئے بہت سے سوالات ایسے ہیں جن کے جواب میں فقہاء و علما کی آرا مختلف ہیں۔ لہٰذا آپ کو جو بھی جواب مل جائے اس کو کسی اہل علم کی اپنے مسلک کے مطابق تحقیق سمجھ لیں اور اسی حیثیت سے اس پر عمل کریں۔ انسانی اجتہاد کو عین اور واحد منشائے الٰہی نہ قرار دیں' نہ دوسری آرا پر گمراہی کا فتویٰ لگائیں۔ اس کو جماعت اسلامی کا فقہی مسلک قرار نہ دیں۔ جماعت میں اہل حدیث' اہل الرائے' دیوبندی' بریلوی اور دنیا کے بعض حصوں میں شوافع' حنابلہ اور مالکیہ بھی ملیں گے۔ ماضی میں اہل تشیع کی ایک تعداد جماعت میں رہی ہے' اور خدا کرے کہ اب بھی ہوں۔

۷۔ تزہد و تقشف کے میدان میں آکر بعض اوقات آدمی اپنے تقدس کے غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خلقِ خدا کو بد دین' بدعقیدہ اور بے عمل قرار دے کر اپنے سے فرو تر سمجھنے کی غلطی کر بیٹھتا ہے۔ پھر خوب سے خوب تر کی جستجو میں بہت آگے نکل کر مثالیت پرستی کے ذہنی مرض تک جا پہنچتا ہے۔ نتیجتاً مصلح سے نقاد بن جاتا ہے' اور اس کی تمام تر صلاحیتیں کسی مثبت اصلاحی مد میں صرف ہونے کے بجائے منفی جدوجہد کے میدان میں ضائع ہو جاتی ہیں اور پھر بھی وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ ہماری تاریخ میں خوارج کا فرقہ اس مثالیت پرستی کے تلخ نتائج کی ایک واضح مثال ہے۔ اس موضوع پر شیخ ابن الجوزی کی تلبیس ابلیس کے مطالعے سے کافی رہنمائی مل سکتی ہے۔